

معاشی عدل کا اسلامی تصور

جناب پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری اسلام آباد

تعارف موضوع | اور امن کا قیام عدل و انصاف کی ترویج اور ظلم و تعدی کی بیخ کنی سے ہی ممکن ہے

اس لیے اسلام نے ہمیشہ عدل و انصاف کی اشاعت اور ظلم کے خاتمہ پر زور دیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بے شمار مواقع پر انصاف کرنے اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا ایک اہم مقصد اللہ کریم کے بندوں کے درمیان عدل کا قیام بنایا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

أَمْرٌ بِالْعَدْلِ بَيْنَكُمْ

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلویا ہے۔

قُلْ أَمْرٌ رَبِّي بِالْقِسْطِ

اے نبی کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے مجھے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہم نے قرآن حکیم کی ان بہت سی آیات جو عدل کے قیام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں میں سے ان دو آیتوں کا انتخاب کیا ہے کہ ان کا تعلق براہ راست پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے، جو اللہ کریم کی زمین پر اللہ کریم کے صحیح ترین خلیفہ تھے۔ چونکہ عدل کا قیام خلیفہ یا امیر کے توسط سے ہوتا ہے اس لیے ان آیات کا انتخاب یہ بتاتا ہے کہ عدل کا قیام مقصد نبوت ہے مگر اس کی ترویج خلیفہ یا امیر المؤمنین کے ذریعے ہوگی۔

عدل کے معافی برابری اور انصاف کے ہیں۔ عدل کا متضاد لفظ ظلم ہے جس کے معافی ہیں۔
 وضع الشی فی غیر موضعه (یعنی کسی چیز کا اس کے اصلی مقام (یا مقدار) سے
 دوسری جگہ رکھنا یا دینا، اور ایسا کام صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ہدایت کے نور سے بے بہرہ ہو
 کر گمراہی کے اندھیرے میں بھٹک رہا ہو۔ اس لیے ظلم کا ایک ترجمہ اندھیرا بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا:

الظلم من ظلمات یوم القیامت

ظلم قیامت کے دن کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے

اسلام ظلم کو اس کی ادنیٰ ترین شکل میں بھی گوارا نہیں کرتا اور اس کا خاتمہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث قدسی میں اللہ کریم کا ارشاد یوں نقل فرمایا ہے۔

یا عبادی! انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرماً فلا تظالموا
 ترجمہ: اے میرے بندو! میں نے کسی پر ظلم کرنا اپنی ذات کے لیے بھی حرام کر دیا ہے۔ اور اس
 کا ارتکاب کرنا تمہارے درمیان بھی حرام ٹھہرا دیا ہے۔ لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں عدل قائم کیا اور ظلم کا خاتمہ کیا اور امت مسلمہ کو یہ
 سبق ہمیشہ کے لیے سکھا گئے کہ اس کی تمام جدوجہد اور قربانیوں کا مقصد مخلوق خدا کو دنیا کے
 نظاموں کے ظلم سے چھٹکارا دلا کر اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف لانا ہے۔ یہی وہ درس تھا
 جس کا اعادہ ایک جمیل القدر صحابی حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایران کے بادشاہ
 یزدجرد کے دربار میں بے باکانہ کر دیا یہ وہاں سفیر بن کر گئے تھے۔

اللہ بعثنا لنخرج الناس من عبادة العباد الى عبادة اللہ وحده ومن ضيق

الی سعتها وعن جور الادیان الی عدل الاسلام

ترجمہ: اللہ کریم نے ہمیں صحیحاً ہی اس لیے ہے کہ ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اکیلے اللہ کریم
 کی بندگی میں داخل کر دیں۔ انہیں دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت میں لے جائیں
 اور مختلف ادیان اور نظاموں کے ظلم سے چھٹا کر اسلام کے عدل کی طرف پھیر دیں۔
 اسلام نے زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کو عدل و انصاف کی برکتوں سے مالا مال

کیا ہے اور کرنا چاہتا ہے۔ مگر یہاں اس مقالہ میں ہم اپنی تمام تر توجہ اسلامی عدل کے اس حصہ پر مرکوز کریں گے جس کا تعلق معاشی نظام سے ہے۔

اسلام کا تصور معاشی عدل | اس موضوع کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ فرد کے لیے تعلیمات۔

۲۔ معاشرہ کے لیے تعلیمات۔

۳۔ قوم، حکومت یا ملک کے لیے تعلیمات۔

۴۔ بین الاقوامی سطح پر معاشی عدل کے لیے تعلیمات۔

۱۔ فرد کے لیے تعلیمات | اسلام اپنی تعلیمات کا آغاز فرد سے کرتا ہے، افراد سے قوم اور معاشرہ بنتا ہے۔ اسلام کا عائدلانہ معاشی نظام ایک فرد کو

سکھاتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ معاشی انصاف کرے۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ معاشی انصاف کرے اور ملک اور قوم کے ساتھ بھی۔

اسلام نے ایک فرد کو ”مکمل“،
۱۔ اپنی ذات کے ساتھ کیونکر معاشی انصاف کرے؛ اور خرچ کرنے، دونوں کے

بارے میں انصاف کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً گمانے ہی کو لیں۔ اس کے بارے میں انسان کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اس کا روزی رساں اللہ کریم کی ذات کریم ہے وہ خود نہیں۔ لہذا وہ کمائے تو اسے اللہ کریم کا حکم سمجھ کر کمائے اور گمانے میں اتنا نہ لہج جائے کہ اپنے کریم آقا کو بھول جائے یہ اس کا اپنی ذات پر ظلم ہوگا لہذا ارشاد نبوی ہے:

ان نفساً لن تموت حتى تشكمل رزقها فاجملوا
فی طلبہا، وتوكلوا علیہ لہ

ترجمہ: یقیناً کوئی جی اس وقت تک بہرگز نہیں مرتا جب تک وہ اپنا (مقررہ حصہ) رزق پورا نہیں کرتی۔ لہذا تم رزق کی طلب میں اچھا طریقہ اختیار کیا کرو اور بہر حال میں اس را اللہ کریم کی ذات

پر توکل کرتے رہو۔

اس باب کی دوسری حدیث میں ہے:

اجملوا فی طلب الدنیا فان کلامیسر لما خلق له

ترجمہ: دنیا کی طلب میں باوقار طریقہ اختیار کیا کرو کیونکہ جس شخص کے لیے جو کچھ پیدا کیا جا چکا ہے وہ اسے مل کر رہے گا۔

خرچ کے بارے میں فرد کو بتایا کہ وہ خرچ میں اپنی ذات سے انصاف کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اذا اُتاک ما لا فلیراشر نعمتہ علیک وکرامتہ

ترجمہ: جب اللہ کریم تمہیں مال کی نعمت سے نوازیں تو تم پر اس کریم کی اس نعمت اور کرامت کا اثر ظاہر ہونا چاہیئے۔

اسی طرح آمدنی اور خرچ میں اعتدال قائم رکھنے کی تلقین فرمائی۔ بخل اور فضول خرچی دونوں اپنی ذات سے انصاف کے خلاف ہیں اسلام نے ان دونوں کی حوصلہ شکنی فرمائی اور عدل کی راہ اعتدال کی وصیت فرمائی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

والذین اداوا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک تواضعا

ترجمہ: اور ایمان والے تو ہوتے ہی ایسے ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ کججوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ (اعتدال) اختیار کرتے ہیں۔

فضول خرچی کرنا کس قدر انصاف سے بٹ کر ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ فضول

خرچ کو شیطان کا ساتھی قرار دیا گیا ہے۔

اِنَّ الْمُبَدِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیْطٰنِ۔

ترجمہ: بلاشبہ اخراجات میں حد سے تجاوز کرنے والے شیاطین کے بھائی (بہم پلہ) ہیں۔

اسلام کے معاشی نظام نے ایک فرد کو **ب اہل و عیال کے ساتھ معاشی انصاف**

اپنی ذات کے علاوہ اپنے اہل و عیال اور لواحقین کے ساتھ معاشی انصاف کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اور جن جن افراد کی پرورش اور

کفالت کرنا اس کے ذمہ ہے اس کو پورا کر کے ان کے ساتھ معاشی انصاف کرنے کی ضرورت ہے
قرآن مجید میں اللہ کریم نے ایک فرد کو اپنی بیوی اور ضمناً اولاد پر خرچ کرنے کی تلقین یوں فرمائی ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا وَاوْسَعَهَا لَٰهٖ

ترجمہ: اور بچے کے باپ کے ذمہ دستور و انصاف کے مطابق ان بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے۔ کسی نفس
کو اس کی بساط سے بڑھ کر تکلیف نہیں دی جاتی۔

اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ بیوی خاوند سے اپنا حق کفالت طلب کرتے وقت عدل و

انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

والدین کی کفالت کا حق ادا کرنے کے لیے ارشاد ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۗ

ترجمہ: اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔

رشتہ داروں کے ساتھ معاشی انصاف کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

فَاتِّذِ ذِي الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ ۗ

ترجمہ: قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین اور رشتہ داروں کے معاشی حقوق کو ایک ہی حدیث میں

یوں اکٹھا کر دیا۔

ان اللہ یوصیکم بامہاتکم (ثلاثاً) ان اللہ یوصیکم بابائکم

ان اللہ یوصیکم با لا قرب فال اقرب ۗ

ترجمہ: یقیناً اللہ کریم تمہیں تمہاری ماؤں (بے حسن و سلوک اور ان کی کفالت) کے بارے میں وصیت

فرماتا ہے (یکلمہ مبارک تین بار دہرایا) پھر فرمایا۔ یقیناً اللہ کریم تمہیں تمہارے باپوں کے بارے

میں وصیت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ کریم تمہیں تمہارے قریب کے اور ان کے بعد قریب کے

رشتہ داروں کے بارے میں وصیت کرتا ہے۔

ج۔ فرد معاشہ سے کیونکر معاشی انصاف کرے | فرد کے مال اور اس کی
کمائی میں معاشرہ کے

حقوق بھی ہیں۔ قرآن مجید نے ان حقوق کا ذکر مختلف مقامات پر مختلف انداز میں کیا ہے۔ مثلاً یہ آیت ملاحظہ ہو۔

وَاتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ
وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۗ ۝۵
ترجمہ: اور یہاں سے مال اس (اللہ کریم) کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں پھرانے میں۔
معاشرہ میں سب سے پہلے ایک فرد کا واسطہ ہمسایہ سے پڑتا ہے۔ یہ ہمسایہ گھر کے ساتھ بسنے والا بھی ہو سکتا ہے اور ساتھی اور ہم سفر بھی۔ ان سب کے ساتھ انصاف کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَالجَارَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالجَارَ الْجَنبِ وَالصَّاحِبَ بِالْجَنبِ ۗ ۝۶
ترجمہ: اور قرابت کا ہمسایہ (جو رشتہ دار بھی ہو) اور ہمسایہ جنبی گھر کے قریب کا، اور پاس بیٹھنے والا۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ سے معاشی انصاف کی تلقین میں انتہائی حد تک وصیت فرمائی۔

ایک دفعہ فرمایا:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ ۗ ۝۷
ترجمہ: وہ ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے مگر اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔
اسلام کا تصور انصاف کس قدر چمکانے ہے کہ وہ غریب ہمسایہ کی کفالت کو مؤمن ہونے کی شرط قرار دیتا ہے۔

اس طرح مسافر کی کفالت کے لیے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يَوْمًا بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَجَائِزَةً يَوْمَ وَلِيْلَتِهِ ۗ ۝۸
ترجمہ: جو فرد اللہ کریم اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور ایک دن اور ایک رات اس کی مہمانی کرے۔

معاشرہ میں ایسی بیوہ عورتیں ہو سکتی ہیں جن کے خاوند داغ مفارقت دے گئے ہوں مگر وہ سراپا چیا اپنے گھروں سے باہر کمانی کرنے یا بھیک مانگنے نہ نکلتی ہوں اور ایسے محتاج بھی ہو سکتے ہیں جو کسی کے سامنے دست طمع دراز نہ کرتے ہوں ایسی بیوگان اور محتاجوں سے معاشی انصاف کی ہدایت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمَسْكِينِ كَالْمَجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ الْقَائِمِ اللَّيْلَ
وَالصَّائِمِ النَّهَارَ لِلَّهِ

ترجمہ: بیوہ اور مسکین کی امداد کرنے والا ثواب میں اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کریم کی راہ میں جہاد کرتا ہے یا اس شخص کی مانند ہے جو رات بھر عبادت کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

د۔ فردا سلامی ریاست سے کیونکر معاشی انصاف کرے | فرد پر اسلامی ریاست کا حق ہے کہ اپنی

ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے اس پر جو ٹیکس لگائے وہ اسے ادا کرے۔ فقہاء اسلام نے حکومت کے جائز اخراجات پورے کرنے کے لیے اس کے حق ٹیکس کا جواز احادیث یا اقوال صحابہ سے ثابت کیا ہے۔ ان میں سے نہایت اہم یہ ہے۔

وعن ابن عمر اثناء قال: في مالك حق سوى الزكاة نكح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اجتماعی) حقوق ہیں"

اس پر مزید بحث آگے آئے گی۔

قرآن مجید نے ایک مسلمان فرد کے معاشی انصاف کو سہل اور قابل عمل بنانے کے لیے اس کے معاشی رویہ کو اس آیت کے ذریعے منضبط کر دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

وابتغ فيما آتاك الله التدار الآخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا

واحسن كما أحسن الله إليك ولا تبغ الفساد في الأرض لله

ترجمہ: اور جو کچھ (مال میں سے) تجھے اللہ کریم نے دے رکھا ہے اس کے ذریعے آخرت کے گھر کی طلب کر اور دنیوی زندگی میں بھی اپنے حصہ کو نہ چھوڑ اور (اپنے اپنا حصہ جس

کے ساتھ، ایسے بھلائی کر جیسے اللہ کریم نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور (اپنے مال کے استعمال سے) زمین میں فساد اور بدمعنی نہ پھیلا۔

۲۔ معاشرہ کے لیے تعلیمات ایک معاشرہ میں اسلام کا معاشی نظام کیونکر معاشی انصاف قائم کرتا ہے۔ اس سوال کے جواب کے لیے مندرجہ ذیل

اشارات قابل غور ہیں۔

۱۔ معاشرہ میں جو افراد اغنیاء ہیں انہیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ وہ اپنے غریب اور محتاج بھائیوں کی مالی معاونت کر کے ان سے معاشی انصاف کریں۔ اس مدد کی کئی صورتیں ہیں جنہیں وصول میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) واجبی

(۲) رضا کارانہ

۱۔ واجبی (Obligatory) اس صورت میں اغنیاء کے اموال میں محتاجوں کا حصہ مقرر کر دیا گیا ہے جو انہیں لازماً ادا کرنا پڑے گا ورنہ وہ مجرم اور ظالم ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلْمَسْكِينِ وَالْمَحْرُومِ ۖ

ترجمہ: اور جن کے مالوں میں ایک معلوم حق ہے مانگنے والوں اور (معاشی توڑ میں) ہمارے ہوؤں کا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واجب حق کی ادائیگی کا احساس ان زور دار الفاظ میں

دلایا ہے۔

مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلٌ ظَهَرَ فَلْيُعِدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهَرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ

فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ فَلْيُعِدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ

قَالَ: فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّىٰ

رَأَيْنَا أَنَّهُ لَاحِقٌ لِأَحَدٍ مِّنَّا فِي فَضْلٍ ۚ

ترجمہ: جس کے پاس قوت و طاقت یا سواہی کا سامان اپنی حاجت سے زائد ہو اسے چاہیے وہ فاضل

سامان اس محتاج کو دے دے جس کے پاس کچھ نہیں۔ جس شخص کے پاس سامان خورد و نوش ضرورت سے زائد ہو وہ اپنا فاضل سامان محتاج کو دے دے۔ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا حق نہیں۔ اگر اغنیاء یہ منصفانہ معاشی رویہ نہیں اختیار کریں گے جس سے ان کے فقراء سے معاشی انصاف کیا جاسکے تو ایسے اغنیاء اللہ کریم کے ہاں قیامت کے دن مجرم اور ظالم ہوں گے۔ اس سلسلہ میں حضرت علی کریم اللہ وجہ کافتوٰی قابل توجہ ہے۔

ان الله تعالى فرض على الاغنياء في اقواتهم بقدر ما يكفي فقرائهم فان جاعوا او عروا او جهدا و اقبحت الاغنياء و حق الله تعالى ان

يحا سبهم يوم القيامة و بعدد بهم عليه آله

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت کے اموال میں ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ لہذا اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی اس غفلت کی باز پرس کرے گا اور انہیں اس پر نزا دے گا۔

اس واجبی مدد کی اسلام نے متعدد صورتیں تجویز کی ہیں۔ ان میں نمایاں ترین زکوٰۃ، صدقات واجبہ، نفقات کفارات وصیت وراثت وغیرہ ہیں جن کے ذریعے منصفانہ تقسیم دولت کا نظام قابل عمل بنایا جاتا ہے۔

۲۔ رضا کارانہ امداد۔

معاشی انصاف کی ترویج و ترقی کے لیے اسلام نے اغنیاء کو تعلیم دی ہے وہ اپنے غریب بھائیوں کی معاشی مدد اور فلاح کے لیے صرف اپنی واجبی مالی ذمہ داریوں کو پورا کرنے پر بس نہ کریں بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر رضا کارانہ طور پر ان کی مدد کریں۔ اس مدد کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً صدقات نافلة خیرات، قرض حسنہ، ہدیہ، عاریت اوقات وغیرہ۔ اس بارے کے چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

ویؤشرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصة ۲۵
 ترجمہ: وہ دوسروں (محتاج وغیرہ) کو اپنے پرترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود فاقہ کشی کر رہے ہوں۔
 ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیمًا واسبغوا لہم لوجہ
 اللہ لا یرید منکم جزاء ولا شکوراً ۲۶
 ترجمہ: وہ اس (کریم اللہ) کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور یوں بھی کہتے
 ہیں)۔ بلاشبہ ہم تو تمہیں کھانا صرف اللہ کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلاتے ہیں
 نہ ہم تم سے (دنوی زندگی میں) کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔
 ان تقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعفہ لکم ویغفر لکم واللہ شکور
 حلیم ۲۷

ترجمہ: اگر تم اللہ کریم کو (اس کے مفلس بندوں کی کفالت کے لیے) قرض حسنہ دو گے تو وہ اسے
 (یعنی تمہارے اصل کو) بڑھائے گا اور تمہاری مغفرت بھی کرے گا۔ اور اللہ کریم تو ہمیں ہی قہر
 اور بڑبار۔

ہدیہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

تہادوا تحایوا ۲۸

ترجمہ: آپس میں تحفہ دیا لیا کرو، اس سے تمہارے درمیان محبت بڑھے گی۔
 اس حدیث مبارکہ میں ہدیہ (تحفہ) کا ایک نتیجہ بھی بتایا ہے کہ اس سے دلوں میں محبت
 کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ عاریت لینے دینے کے بارے میں فقہاء کی رائے ہے۔
 واجتمعت الامۃ علی جوازها واستحبابها واستحسانها لما فیما
 اجابۃ المضطروا غائۃ الملبوف ۲۹

ترجمہ: امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاریت نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور مستحب بھی ہے اس
 لیے کہ اس میں مضطر کی حاجت روائی اور نادر کی اعانت و امداد ہے۔

وقف کے ذریعے اغنیاء کو اپنی دولت اپنے غریب اور محتاج بھائیوں کو دینے کی تلقین

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثته: صدقة جاریہ

او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ ۳۱

ترجمہ: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال (کے ثواب) ختم ہو جاتے ہیں مگر تین عمل مستثنیٰ ہیں۔ ایک صدقہ جاریہ (بصورت وقف)، دوسرا علم نافع اور تیسرا نیک اولاد جو ہر وقت اس کے لیے دعا گو رہے۔

معاشرہ میں معاشی عدل کو ایک حقیقت بنانے کے لیے اسلام ان تمام ذرائع کا قلع قمع کر دیتا ہے جو افراد امت کے معاشی استحصال کا سبب بنتے ہیں۔ مثلاً سود، جوا، لاٹری، ذخیرہ اندوزی، اجارہ داری، ماپ تول کی کمی وغیرہ۔

سود ایک سرمایہ دار کے ہاتھوں اس کے محتاج بھائی کا استحصال ہے، اسلام نے اسے ظلم قرار دیا۔ البتہ جو سود لینے سے تو برکے لے اس کا اصل بھی واپس نہ دینا ظلم ہے۔ قرآن مجید نے جہاں سود کی ممانعت فرمائی وہاں اس وعید کا خاتمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

لا تظلمون ولا تظلمون ۳۲

ترجمہ: نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ ہی تم پر ظلم کیا جائے گا۔

معاشری استحصال کے تمام ذرائع میں سے جتنی سود خواری کی مذمت کی گئی ہے اتنی کسی اور کی نہیں اور سود خواری کے لیے اللہ کریم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی وعید سنائی ہے۔

فان لم تفعلوا فاذا نوا بحرب من الله ورسوله ۳۲

ترجمہ: اگر تم باز نہیں آؤ گے تو تمہارے خلاف اللہ کریم اور اس کے رسول کا اعلان جنگ ہے اور تمہارا دولت اور ضروریات زندگی کے اکتنازی کی وعید قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی۔

ویل لكل هذبة لمنه الذي جمع ما لا وعدة ۳۳

ترجمہ: خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو دوسروں کو طعنے دیتا ہے اور ان کے عیب تلاش کرتا ہے

اور جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ”روک نہ رکھنے“ کی تلقین کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما رزقت فلا تخيا وما سئلت فلا تمنع - فقلت يا رسول الله! كيف
بن بئلك؟ قال: هو ذاك او النار ۳۴

ترجمہ: جو کچھ اللہ کریم نے تجھے بطور رزق دے رکھا ہے اسے چھپا کر نہ رکھ۔ اور جو کچھ تیرے سے مانگا جائے وہ روک نہ لیا کر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بھلا اس طرح کیونکر ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یا تو ایسا ہی کرنا پڑے گا یا جہنم میں جانا پڑیگا۔
اجارہ داری اور مصنوعی گرانہ کی مذمت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
من احتكر فهو خاطي والمحتكر ملعون ۳۵

ترجمہ: جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطا کار ہے۔ احتکار کرنے والا لعنتی ہے۔

من احتكر طعاما اربعين يوما فقد برى من الله وبرى الله منه ۳۶
ترجمہ: جس نے اشیاء خوردنی (Food Stuff) کو چالیس دن تک روکے رکھا اس نیت سے کہ ان کی قیمت چڑھ جائے تو بازار میں لائے، وہ اللہ کریم کے کرم سے فارغ ہے اور اللہ کریم کو اس سے کوئی واسطہ نہیں،

ب (۱) جو اور لاٹری کے کاروبار کی ممانعت میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

يا ايها الذين آمنوا انما الحمر والميسر والانساب والازلام رحيب
من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون ۳۷

ترجمہ: اے ایمان والو! یہ شراب (کا کاروبار) اور بت اور پانے سے شیطانی کاموں میں سے گندے کام ہیں۔ انہیں چھوڑ دو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

یہاں جو اکی وہ عام شکل ہی نہیں جو نقد کے ذریعے کھیلا جاتا ہے بلکہ اس میں وہ تمام صورتیں شامل ہیں جو تجارت کے نام سے کی جاتی ہیں، لیکن درحقیقت وہ جو (قمار) ہی کی قسمیں کہلاتی ہیں۔ اگر آپ کاروبار سے واقف ہیں تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ تجارتی جو

کس طرح ملک اور قوم کے اقتصادی نظام کو تباہ اور پرانگندہ کرتا ہے اور بغیر محنت نفع حاصل کرنے کے لالچ میں کس طرح اپنے ہونٹوں کے ساتھ ظلم کر رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کی ان تمام کاروباری مشکلوں کو محو کر دیا جن میں ہوا کے عناصر پائے جاتے تھے۔ مثلاً بیع ملامتہ۔

بیع ملامتہ۔ اس بیع کی صورت میں بائع اور مشتری کے درمیان یہ طے ہو جاتا تھا کہ بغیر دیکھے اور حقیقت معلوم کیے مشتری کے درمیان یہ طے ہو جاتا تھا کہ بغیر دیکھے اور حقیقت معلوم کیے مشتری جس بیع (Goods for sale) کو کھولے وہ اس کا خرید دار بن جاتا۔

بیع منابذہ۔ اس بیع میں یہ طے ہوتا تھا کہ بائع جس میں بیع Goods for Sale کو مشتری کی طرف پھینک دیتا وہ بغیر معاملہ کے مشتری کو خریدنا پڑتی۔

بیع حصاة۔ بیع حصاة یہ ہوتی کہ متعدد اشیاء و فروخت کے لیے رکھ دی جاتی تھیں اور مشتری کوئی ٹھکری یا اس قسم کی کسی شے کو ان اشیاء کی طرف پھینکتے اور جس چیز کو وہ ٹھکری چھو جائے خواہ وہ کسی قیمت کی ہو خریدار کو خریدنا پڑتی تھی۔

بیع محاقلہ۔ بایوں میں کچھ غلہ کا تبادلہ اس غلہ سے کرنا جو موجود ہے۔

بیع مزابنہ بکے اور توڑے ہوئے پھلوں کا تبادلہ ان پھلوں سے کرنا جو ابھی درخت پر ہوں۔

عبارہ: اجارہ پردی گئی زمین کی پیداوار سے ایک متعین (Fixed) مقدار اناج یا

پیداوار کی شرط لگانا۔

یہ تمام معاشی ظلم کی شکلیں تھیں جنہیں اسلام کے نظام عدل نے گوارا نہ کیا اور ناجائز

قرار دے دیا۔

معاشرہ میں معاشی ظلم کی ایک صورت اجراء اور امیر یا محنت اور سرمایہ کے تنازعہ کی

صورت میں پائی جاتی ہے۔ محنت اور سرمایہ کے تنازعہ Labour Capital Conflict

کے اثرات صرف ان دونوں تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے معاشرہ اور قومی معیشت

پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ سرمایہ دانہ مزدور کا حق خدمت ادا کرنے میں انصاف نہیں کرتا اور مزدور

تغواہ لے کر بھی کام چوری سے کام لیتا ہے۔ مزدور اپنے حق کے حصول کے لیے ہڑتال Strike

کرتا ہے تو سرمایہ دار اپنے حق کے دفاع اور مزدور کا دماغ درست کرنے کے لیے

تالہ بندی (Lock Out) کا حربہ استعمال کرتا ہے۔ نتیجہً پیداوار رک جاتی ہے، اشیاء کی قلت پیدا ہو جاتی ہے، قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور قوم معاشی پریشانی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسلام کے معاشی نظام عدل نے اس غیر پسندیدہ صورت حال کو ہرگز برداشت نہیں کیا بلکہ اجراء مزدور دونوں کے اپنے اپنے حقوق اور فرائض متعین کر دیے ہیں اور ہر ایک سے اس کی دیانت دارانہ ادائیگی کا مطالبہ کیا ہے۔ اسلام نے سرمایہ دار کو یہ سکھا دیا ہے کہ مزدور یا ملازم اس کا بھائی ہے۔ اس سے بھائی کا سا معاملہ کیا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان اخوانکم حولکم جعلہم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یا کل ولیلبسہ مما یلبسہ ولا تکفروہم ما یغلبہم فان کلفتموہم ما یغلبہم قاعدینوہم ۳۸

ترجمہ: یقیناً تمہارے بھائی ہی تو تمہارے خادم ہیں جنہیں اللہ کریم نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ لہذا جس کسی کا بھائی اس کے ماتحت ہو وہ اسے اس میں سے کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور اسے اسی سے پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ تم ان سے ایسی مشقت کا بار نہ اٹھو اور جو انہیں مغلوب کر دے۔ اگر کبھی ایسا بوجھ اٹھوانا ہی پڑ جائے تو پھر ان کے شریک حال بن کر ان کا ہاتھ بٹایا کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے بہت سے نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں مگر ہمارے موضوع کی روشنی میں حدیث کی مندرجہ ذیل باتیں قابل توجہ ہیں۔

۱- مزدور اور آجر بحیثیت انسان دونوں برابر ہیں۔ وہ معاشی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں جن کے باہمی صحت مندانہ تعاون اور اشتراک عمل کے بغیر معاشی فلاح کا تصور ہی غیر ممکن ہے۔

۲- وہ آقا اور غلام نہیں بلکہ بھائی بھائی ہیں۔ اس تصور سے ان کے تعلقات کتنے خوشگوار ہوں گے۔ اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۳- جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ ان کو بھی پہناؤ۔ کا مطلب معاشی زندگی میں برابری نہ بھی لیا جائے تو کم از کم یہاں ضرور واضح ہوتا ہے کہ ان کی تنخواہ اتنی مقرر کی جائے

جس کے ذریعے بنیادی ضروریات زندگی کے پورا ہونے اور کرنے میں مزدور آجرت کے برابر ہو۔

مزدور سے اتنا ہی کام لیا جائے جتنا وہ باآسانی کر سکیں۔ بالفاظ دیگر جس کام اور اوقات کام کا معاہدہ ہوا ہے اس سے بڑھ کر کام نہ لیا جائے۔
 آجرت اور مزدور کے جھگڑے کی ایک بڑی وجہ آج کا مزدور سے کام لینا اور تنخواہ نہ دینا یا کم دینا یا وقت پر نہ دینا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک تعلیمات سے اس کا علاج کر دیا ہے۔

چند ارشادات پر غور فرمائیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن استجار الاجیر حتی
 یبین لہ اجرہ ۱۳۹

ترجمہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجیر کو اس کی مزدوری (اجرت یا تنخواہ) بتائے بغیر کام پر لگانے سے منع کر دیا۔

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ ۱۴۰

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جو قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مخالف پائیں گے اور جس آپ مخالف ہوں گے اسے ہر اکڑ چھوڑیں گے ان میں کا ایک وہ شخص ہے۔

رجل استاجرا جیرا فاستوفی منه ولم یعطہ اجرہ ۱۴۱

ترجمہ: ایک وہ شخص جس نے ایک آدمی کو مزدور رکھا، پھر اس سے کام تو پورا کر لیا مگر اسے اجرت نہ دی۔

اسی طرح مزدور کو بھی متعین کی کہ وہ اپنے آجرت بھائی کے حقوق کا خیال رکھے، کام پوری اور بددیانتی سے کام نہ لے، نہ دھوکہ دے، نہ غبن کرے۔ قرآن مجید نے اس کی طرف

اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے۔

ان خیر من استاجرت القوی الامین ۴۲

ترجمہ: یقیناً بہترین آدمی جو آپ مزدور (ملازم) رکھ سکتے ہیں وہ ہے جو مضبوط (ارادہ و قوت کا) ہو اور امانتدار ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کو اجبر سے خیر خواہی اور بھلائی کی تلقین کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا:

خیر الکسب کسب العادل اذا نصح ۴۳

ترجمہ: بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی سے کام والے کا کام انجام دے۔

ان تعلیمات طیبات کے ذریعے اسلام اجبر کے ظلم سے مزدور کو اور مزدور کی بددینی سے آبرو کے نقصان کا تحفظ کرتا ہے۔

معاشرہ میں معاشی ظلم کی ایک اور شکل ناپ تول کی کمی اور ملاوٹ ہے۔ کارخانہ دار دوکان دار اور کاروباری لوگ ناپ تول کی کمی اور ملاوٹ کے ذریعے اپنے اپنے منہ سے معاشی ظلم کرتے ہیں۔ اسلام کے نظام عدل نے ان دونوں ظالمانہ صورتوں کو بن و بیخ سے اکھاڑ دینے کی نصیحت فرمائی ہے۔ ناپ تول کی کمی کے عذاب اور مذمت کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد آیات آتی ہیں مثلاً۔

ویل للمطففین۔ الذین اذا اکتالوا علی التاہین یستوفون۔ واذا

کالوا ہم او ذنوا ہم یخسرون ۴۴

ترجمہ: خرابی ہے گھٹا کر دینے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورا لیں اور جب دوسرے لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

ولا تنقصوا المکیال والمیزان ۴۵

ترجمہ: اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔

وَلْيَقْوَمُوا أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ

ترجمہ: اسے قوم! پورا پورا دیا کرو پاپا کر اور تول کر انصاف سے۔ اور لوگوں کو ان کی (خریدی ہوئی) اشیاء کم کر کے نہ دیا کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجار کو پاپا تول کی کمی کے عذاب اور انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صحاب الكيل والميزان

انكم قد وليتم امرين هلكت فيهما الامم السابقة قبلكم

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ اور تول والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: یقیناً تمہیں دو ایسے کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے جنہوں نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا (یعنی ناپ تول کی کمی کر کے ہلاک ہو گئے)۔

الغرض: یہ اسلام کی وہ عادلانہ اور حکیمانہ تعلیمات ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ایک معاشرہ کے تمام افراد معاشی عدل و انصاف کی برکات حاصل کر سکتے ہیں۔

۳۔ حکومت کی ذمہ داریاں: اسلام کے نظام معاشی عدل کے قیام کے لئے اسلامی ریاست کا کیا کردار ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ ملک سے تمام معاشی بد عنوانیوں کا خاتمہ کرنا۔

۲۔ معاشی عدل کے حصول اور معاشی کاروبار پر مسلسل جاری رہنے کے لئے پرامن حالات پیدا کرنا۔

۳۔ معاشی استحصال کے خاتمہ کے لیے اسلام کے بتائے گئے اصولوں کو رواج دینا۔

۴۔ اہم و مزدور کا جھگڑا اچکانے کے لیے شرعی قوانین کا سہارا لینا۔

۵۔ دولت اور ذرائع پیداوار کی منصفانہ تقسیم کے لیے جدوجہد کرنا۔

۶۔ کام کے اہل افراد کو ان کی تعلیمی لیاقت اور ہنرمندی کے مطابق روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔

۷۔ معذوروں، محتاجوں اور مساکین کی کفالت کرنا وغیرہ۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے حکومت کو نجی شعبہ (Private Sector) اور سرکاری شعبہ (Public Sector) دونوں کی اصلاح کے لیے کچھ ذمہ داریاں پورا کرنا پڑتی ہیں۔ نجی شعبہ کی اصلاح کے لیے ان تمام اسلامی قوانین کا نفاذ کرنا پڑے گا جو نجی شعبہ میں معاشی ظلم کی تمام صورتوں کو ختم کر سکیں مثلاً سود، جوا، اجارہ داری، سٹہ وغیرہ کو روکنے کے لیے قانون بنایا جاسکتا ہے۔ بازار زر اور بازار اشیا، وخدمات کو کنٹرول کرنے کے لیے حسبہ کے نظام کو بروئے کار لاسکتی ہے۔ اس ضمن کے چند نظائر ملاحظہ ہوں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 مر علی صبرة طعام فدخل یداً فیہا فنالت اصابعہ بلا فقال: ما
 هذا یا صاحب الطعام؟ فقال: اصابتہ السماء یا رسول اللہ، قال
 افلا جعلتہ فوق الطعام کی یراہ الناس؟ من غش
 فلیس منّا ۸۸

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار
 اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا
 دست مبارک ڈالا تو آپ کی انگلیوں نے نمی محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ”اسے اناج والے یہ کیا ہے؟“ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آسمان کی اوس
 (نمی) کا اثر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم نے اس (گیلے خصبہ) کو باقی
 اناج کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا تاکہ تمام (خریدار) لوگ اسے دیکھ لیتے۔ (دیکھو) جس
 کسی نے ہمارے ساتھ ملاوٹ (اور دھوکہ کیا) وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاروباری سرگرمیوں کی نگرانی اور کاروباری افراد کو
 اسلام کے نظام عدل کی حدود کا پابند رکھنے کے لیے ایک خصوصی افسر مقرر کیا تھا (۲۹) حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ حسیہ کا یہ کام بذات خود بھی انجام دیتے تھے اور بازار کی نگرانی کے لیے حضرت
 عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو مامور کر رکھا تھا۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ نے پانی ملے دو دھڑ کو زمین پر بہا دیا اللہ تاکہ ملاوٹ کرنے والوں کو عبرت ہو اور عوام الناس کے ساتھ معاشی ظلم نہ ہو۔

۲۔ محتاجوں کی معاشی کفالت کو ناریاست کی ذمہ داری ہے اور اس فرض کو پورا کر کے ہی وہ ان سے معاشی انصاف کر سکتی ہے۔ چنانچہ نظر قابل توجہ ہیں۔

ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلو یخطہا بنصیحة لم یجد راحة الجنة ۲۵

ترجمہ: جس شخص کو اللہ کریم اپنے بندوں کا نگران بنائے۔ پھر ان کے ساتھ خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پاسکے گا۔

السلطان ولی من لا ولی له ۳۵

ترجمہ: جس کا کوئی سرپرست نہیں اس کا سلطان و بادشاہ، صدر سرپرست ہے۔

۳۵۲

ما من امام یفلق بامہ دون ذوی الحاجة والخلۃ والمسکنة اعلق اللہ ابواب السماء دون خلفۃ وحاجة ومسکنة۔

ترجمہ: جو سردار قوم اپنا دروازہ اہل حاجت، غریب اور محتاجوں کے لیے بند کر دیتا ہے۔

اللہ کریم اس کی ضرورت، حاجت اور مسکنت کے لیے اپنی رحمت کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس ذمہ داری کا کس قدر احساس تھا اس کا اندازہ اس قول سے لگائیے۔

لومات جملہ جیاعاً علی شط الفرات لختیت ان یسألنی اللہ عنہ ۵۵

ترجمہ: اگر کوئی (دونٹ بھی) بھوکوں، دریا کے فرات کے کنارے مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ

کریم اس کے بارے میں مجھ سے ضرور باز پرس کرے گا۔

۳۳۔ تمام جسمانی اور دماغی طور پر کام کے اہل افراد کو روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نظیر ملاحظہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری صحابی آکر سوال کرتے ہیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ اس نے کہا ایک موٹی کسبلی اور ایک پیالہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں لے کر آئے۔ آپ نے ان دونوں چیزوں کو دوسرے میں فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے ایک کھلاڑا اور ایک سی لے کر اسے دی اور حکم دیا کہ وہ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر لائے، بازار میں بیچ کر سے اور ۵ دن بعد آپ کو اپنی معاشی حالت کی رپورٹ بھی دے لے۔ اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔

- ۱۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بحیثیت سربراہ مملکت ہونے کے اپنے ایک قابل کار صحابی کے لیے روزگار کی فکر کرنا اور ان کے حالات کے مطابق اس کو بتانا۔
- ۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس صحابی کو ہدایت کرنا کہ وہ اگر اپنی معاشی خوشحالی کی اطلاع دے۔

۳۴: ۳ ریاست کے ذریعے عوام کو معاشی انصاف مہیا کرنے کے لیے حکومت ملک کے اغلیا پرنسپل ٹیکس بھی لگاتی ہے جن کے ذریعے حکومت اپنے کفالت عامہ کے پروگرام کو کامیابی کے ساتھ چلاتی رہے۔ سرحدوں کی حفاظت کرے تاکہ عوام امن کے ساتھ اپنی معاشی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں، اندرون ملک امن و امان قائم رکھنے کے لیے پولیس، عدلیہ اور انتظامیہ رکھے تاکہ لوگ اپنے معاشی انصاف کے حصول کے لیے ان سے رجوع کر سکیں۔ مگر ان ٹیکسوں کا مقصد صرف اور صرف عوام کو معاشی انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے اور ان ٹیکسوں کا نفاذ اور وصولی بھی انصاف سے کی جاتی ہے۔

اسلام میں ٹیکس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب امام ابو یوسفؒ نے یوں دیا ہے۔

رفع الظلم عن رعیتة والصلاح لامرہم ۷۷

ترجمہ رعایا سے ظلم کو دور کرنا اور ان کے معاملات کی اصلاح کرنا یعنی ظالمانہ ٹیکسوں سے انہیں چھٹکارا دلانا اور ان سے لیے گئے ٹیکسوں کو ان کی بھلائی اور ترقی کے لیے استعمال کرنا۔

ٹیکس لگائے کس اصول کے تحت جائیں؟ قرآن مجید نے یہ اصول بتایا ہے۔

يَلْوَنكَ مَا ذَا يَنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ اَشْه

ترجمہ: وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیں جو زائد از ضرورت ہو۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملین (Tax Collectors) کو ہدایت
کرتے وقت اسی قرآنی اصول کی وضاحت یوں کی ہے۔

وَان لَّا يَأْخُذُ مِنْهُمْ اِلَّا فَضْلَهُمْ عَن رِّضَا هُوَ اَشْه

ترجمہ: ان کی رضامندی سے ان سے اتنا ہی مال لیا جائے جو ان کی ضرورت سے زائد
ہو اسلام کے دو مایہ ناز فقیہ اور ماہرین معاشیات امام ابو یوسف اور امام ابو عبیدہ
قاسم بن سلام نے اس قرآنی اصول کو اس طرح نافذ کرنے کی ہدایت کی ہے۔

لَا تَكْفُوهُمْ مَا لَا تَطْيِقُونَ نَتَه

ترجمہ: ان کی برداشت سے زیادہ ان پر ٹیکس نہ لگاؤ۔
ٹیکسوں کے نفاذ اور وصولی کے سلسلہ میں ظلم کے نقصانات اور انصاف کی برکات کے
بارے میں امام ابو یوسف نے نہایت عمدہ بات کہی ہے۔

اِنَّ الْعَدْلَ وَالْاِنصَافَ الْمَظْلُومِ وَتَجَنَّبَ الْمَظْلُومَ مَعَ مَا فِي ذٰلِكَ مِنَ
الْاَمْرِ- يَزِيْدُ بِهِ الْخَرَاجَ وَتَكْثُرُ بِهِ عِمَارَةُ الْبِلَادِ وَالْبِرْكَةُ مَعَ
الْعَدْلِ تَكُوْنُ وَهِيَ تَفْقِدُ مَعَ الْجَوْرِ، وَالْخَرَاجُ الْمَاخُوْذُ مَعَ الْجَوْرِ
تَنْقُضُ الْبِلَادَ بِهٖ تَخْرِبُ الْاَمْلاَكُ

ترجمہ: یقیناً عدل اور مظلوم کے ساتھ انصاف اور ظلم سے پرہیز، ان باتوں میں جو کچھ اجر و ثواب
ہے وہ تو ظاہر ہے، اس کے علاوہ یہ فائدہ ہے کہ اس سے خراج بڑھتا ہے اور
شہروں کی آبادی پھیلتی ہے۔ انصاف سے برکت میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ ظلم
سے برکت مٹ جاتی ہے۔ جو لگان (ٹیکس) ظلم سے وصول کیا جاتا ہے اس سے
شہرا بڑھ جاتے ہیں اور ملکوں میں تباہی اور خرابی آتی ہے۔
اسلام کے نظام معاشی عدل نے ملکی سطح پر حکومت کو عوام سے ظالمانہ ٹیکس وصول

کرنے سے منع کیا ہے البتہ جائز اور فلاحی ٹیکسوں کی ادائیگی کے لیے عوام کو تاکید کی ہے۔
علامہ ماوردیؒ محبوبک وقت ایک فقیہ، معیشت دان اور سیاست دان تھے اس بارے
میں بڑی حکیمانہ بات کہی ہے۔

لان الزیادة ظلم فی حقوق الرعیة، النقصان ظلم فی حقوق
بیت المال ﷻ

ترجمہ: (ٹیکسوں میں) زیادتی رعایا پر ظلم ہے اور (عوام کا ٹیکسوں کو نہ ادا کرنے سے) کمی
بیت المال پر ظلم ہے۔

اس پر مجبور فقہاء کا اجماع ہے کہ اسلامی ریاست میں ضرورت کے تحت عوام پر
ٹیکس لگانے کی اجازت ہے مگر ان کا مقصد معاشی انصاف کا حصول ہے، معاشی ظلم کی
ترویج نہیں۔

اس ساری بحث سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ اسلام ملکی اور قومی سطح پر اسلامی
ریاست کے ذریعے جو اپنا معاشی نظام قائم کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد اللہ کریم کے بندوں
کو انصاف مہیا کرنا ہے اور ان کی معاشی فلاح میں اضافہ کرنا ہے۔

۲۔ بین الاقوامی سطح پر معاشی عدل کے لیے تعلیمات | اسلام تمام انسانوں
کے لیے پیغام رحمت

و عدل ہے۔ اس کی نگاہ میں ساری مخلوق اللہ کریم کی ہے اور تمام انسان اللہ کریم کے بندے
اور آپس میں بھائی ہیں۔ تمام انسان معاشی حاجات میں برابر ہیں اور کسی امیر کو کسی غریب
پر کوئی برتری نہیں۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد جہاں انسانی رنگ و نسل کی برابری کا درس دیتا
ہے وہاں معاشی حاجات میں ان کی برابری کا بھی درس دیتا ہے۔ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَخَلَقَ مِنْهَا ذَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ﷻ

ترجمہ: اے انسانو! اپنے اس پروردگار سے ڈرتے رہا کرو جس نے تم سب کو ایک جان
(حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں کے

ذریعے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا۔

كَلَّمَكُمْ بِنُورِ آدَمَ وَآدَمَ خَلَقَ مِنْ تَرَابٍ ۙ

ترجمہ: تم سارے کے سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

اسلام کا نظام معاشی عدل ان نصوص کی روشنی میں تمام انسانوں کے درمیان معاشی تعلقات کا داعی ہے۔

۲۔ ان معاشی تعلقات کی بنیاد محض انسانی ہمدردی، انسان کی ضروریات کی تکمیل اور ان کی معاشی فلاح ہے۔ اسلام کا نظام معاشی عدل تمام ملکوں، قوموں اور انسانوں کو دوسروں کے ساتھ معاشی انصاف، ہمدردی اور خیر خواہی کی تعلیم دیتا ہے۔ داعی عدل و انصاف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الْخَلْقُ عِيَالٌ لِلَّهِ فَاحْبِبِ الْخَلْقَ إِلَى اللَّهِ مِنْ أَحْسَنِ إِلَى عِيَالِهِ ۙ

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ کریم کا کنبہ ہے، لہذا اللہ کریم کو اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کریم کے کنبہ سے زیادہ حسن سلوک کرے۔

اس معاشی تعاون اور خیر خواہی کی بنیاد کیا ہوگی؟ اسلام کے ابدی اور ازلی اصولوں میں اس کا جواب ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۗ

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری کے معاملات میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے معاملات میں پہلو تہی کیا کرو۔

گو ساری زمین اللہ کریم کی زمین ہے اور اسلام ملکی پابندیوں اور حدود کا مذہب نہیں جہاں کوئی مسلمان بستتا ہے وہ اسلام کی زمین ہے ان کی معاشی حاجات کی تکمیل کرنا اسلام اپنا فرض سمجھتا ہے۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کی زمین کے ایک حصہ پر انسان دولت کا بے جا استعمال کرے، پیداوار کو سمندر میں پھینک کر ضائع کر دے اور دوسری طرف انسان

بھوکوں مر رہے ہوں جو ملک کسی شے کی پیداوار میں تخصیص حاصل کر لے وہ اس کے فوائد دوسروں تک پہنچائے۔ لیکن وہ زمین جس پر بد قسمتی سے ایسے انسان آباد ہیں جنہیں نعمت اسلام نصیب نہیں ہو سکی، وہ کفار ہیں، اور ان میں کئی ممالک مسلمانوں کے ساتھ حالت امن میں ہیں اور کئی دشمن ہیں ان سے معاشی تعلقات کے بارے میں اسلام کی کیا پالیسی ہوگی؟ قرآن مجید نے اسے واضح دیا ہے۔

لَا يَأْتِيَكُمُ اللَّهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَ تُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنْ اللَّهُ يَحِبُّ الْمُقْسِطِينَ -
 إِنَّمَا يَهْتَكُمُ اللَّهُ عَنِ الدِّينِ فَمَا تَلَّوْكُمْ فِي الدِّينِ وَ أَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَ ذَلِكَ كَرُوًا عَلَىٰ أَخْرَاجِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَ مَسَّنَ سِنْوًا لَهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝۷۰

ترجمہ: اللہ کریم تمہیں ان لوگوں سے نہیں منع کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے ہوں اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا ہو کہ تم ان سے بھلائی اور انصاف کا معاملہ کرو (بلکہ کرو کیونکہ) یقیناً اللہ کریم تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کریم تو تمہیں ان لوگوں سے روکتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے، جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور وہیں نکالا پر وہ مجتمع ہو گئے کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو کوئی ان (کافروں) سے دوستی کریں وہی ظالم ہوں گے۔

ان آیات میں واضح اشارہ ہے کہ اسلام اپنے نظام عدل معاشی کی برکات صرف اور صرف ان قوموں سے روکتا ہے جو مسلمانوں کے دین کے دشمن ہوں اور حالت جنگ میں ہوں باقی سب سے معاشی تعلقات کی اجازت ہے اور ان تک معاشی ترقیات کا حصہ پہنچانے کی ترغیب ہے۔ لیکن اسلام کا نظام معاشی اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھا کر احسان کا رویہ اختیار کرتا ہے اور تاریخ اسلام میں ایسے واقعات بھی ہیں جہاں حربی کفار کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا گیا ہے۔ امام محمدؐ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا واقعہ نقل کیا ہے جو بین الاقوامی سطح پر اسلام کے معاشی عدل سے بڑھ کر اس کے معاشی اس

کی دلیل ہے۔ لکھتے ہیں

وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مئة دينار الى مكة
حين قحطوا، وأمر بفتح ذلك الى ابي سفیان بن حرب وصفوان
بن امیه لیعزقا علی فقراء اهل مكة ۷۹
ترجمہ: جب اہل مکہ قحط کا شکار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پانسو درہم بھیجے اور قاصد
کو حکم دیا کہ یہ درہم ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ (سرداران قوم) کو دیے جائیں
تاکہ وہ انہیں مکہ کے محتاجوں میں بانٹ دیں۔
یہ معاشی احسان اس وقت کیا گیا جب قریش مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیا
اور دین اسلام کے بدترین دشمن تھے۔

بین الاقوامی سطح پر امیر اور ترقی یافتہ ممالک کے ہاتھوں ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے
معاشی استحصال کے لیے ٹم کے ظالمانہ قوانین کے ذریعے درآمد کنندگان پر بھاری ٹیکس
(Custom Duties) لگائے جاتے ہیں جو معاشی انصاف کے حصول کی راہ کا بڑا پتھر
ہیں۔ اسلام نے اس پتھر کو روز اول ہی سے ہٹا دیا جب اس نے ساری مخلوق کو اللہ کریم کا
کنبر کہا۔ جیسا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ لیکن جب دوسرے ممالک تاجروں پر ٹیکس لگائیں تو
اسلام کا نظام عدل اسلامی ریاست کو صرف اسی مقدار میں کفار کے ممالک کے تاجروں
پر ٹیکس لگانے کی اجازت دیتا ہے۔ زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دینا۔ حضرت عمر رضی اللہ
عنه کا اپنے گورنر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں جاری کردہ ہدایت نامہ اس
کی دلیل ہے۔

خذ انت منهم كما يأخذون من تجار المسلمين ۷۹

ترجمہ: ان (کفار) سے اتنا ہی (محمول) لیجیے جتنا وہ مسلمان تاجروں سے لیتے ہیں۔
اس ہدایت نامہ میں ایک اور نکتہ بھی صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ محمول بھی بین الاقوامی
سطح پر معاشی عدل کی ترویج کے لیے ہے۔ جب مسلمانوں کو کفار پر اتنا ہی ٹیکس لگانا
ہوگا تو ایک طرف مسلمان تاجروں کو غفلت نصیب ہوگا۔ دوسری طرف مسلمان

ریاست کو ایک فلاحی ٹیکس کا ذریعہ آمدن مل جائے گا، تیسری جانب اور سب سے اہم یہ فائدہ کہ کفار بھی اپنے ٹیکس کی مقدار کم رکھیں گے تاکہ مسلمان ممالک بھی ان کے تاجروں پر ٹیکس کی مقدار کم لگائیں۔ گویا کہ اسلام کا یہ نظام درآمدی برآمدی ٹیکس بھی بین الاقوامی تجارت میں حصول عدل کے لیے ہے۔ اس طرح اسلام بین الاقوامی سطح پر معاشی انتقام (Economic Retaliation) کی بجائے معاشی عدل (Economic Justice) قائم کرتا ہے۔

الغرض، اس مختصر بحث سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ اسلام اپنے عادلانہ نظام کے ذریعے کس طرح ایک فرد، ایک معاشرہ، ایک قوم یا ملک اور اقوام عالم کیلئے معاشی انصاف قائم کرتا ہے اور اس معاشی انصاف کا حصول اور اس کی ترویج کا طریقہ کار بھی نہایت سہل، فطرتی اور قابل عمل ہے۔ اللہ کریم ہیں اسلام کے معاشی نظام عدل کی برکات سے مالا مال کرے۔
(آمین)۔

مصادر مراجع

- ١٥ القرآن: سورة الشورى: ١٥
 ٢٦ الاعراف: ٢٩
 ٣٥ دلى الدين: مشکوة المصابيح، باب النظم، حديث نمبر ١
 ٤٤ رواه مسلم عن ابى ذر بنحوه بحواله امام نووى: الربيع، حديث نمبر ٢٢
 ٥٥ ابن كثير: البداية والنهاية، بحواله ابو الحسن على الحسنى الندوى: ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين،
 دار السلام، حلب، بيروت، ١٣٩٨هـ / ١٩٤٨، ص ١٢٤
 ٦٤ ابن ماجه: السنن، باب التجاره، حديث نمبر ٥
 ٦٥ ايضا: محوله بالا، حديث نمبر ٤
 ٧٥ ابو داود: السنن مع حاشية عون المعبود، دار الكتاب العربى، بيروت، كتاب اللباس،
 باب فى الخلقان وغسل الثوب، حديث نمبر ٢
 ٨٩ القرآن: ٢٥: ٤٤
 ٩٥ القرآن: ١٤: ٤
 ١٠٥ القرآن: ٢: ٢٣٣
 ١١٢ القرآن: ١٤: ٢٢
 ١١٣ القرآن: ١٤: ٢٤
 ١٢٤ ابن ماجه: محوله بالا- كتاب الاداب، حديث نمبر ٣٤١
 ١٣٥ القرآن: ٢: ١١٤
 ١٤٦ القرآن: ٣: ٣٤
 ١٥٥ جامع الترمذى مع شرح تحفة الاحوذى، دار الكتاب العربى، بيروت، ١٣٢٤هـ، ج ٣
 ص ١٢٨

۱۸۱۸ ابن ماجہ: محولہ بالا، حدیث نمبر ۳۶۷۵
 ۱۹۱۹ بخاری: صحیح، جلد دوم، کتاب النفقات، باب اول، حدیث نمبر ۳

۲۰۲۰ ابن حزم: المحلی، قاہرہ، ج ۶، ص ۱۵۸

۲۱۲۱ القرآن: ۲۸: ۷۷

۲۲۲۲ القرآن: ۷۰: ۲۴-۲۵

۲۳۲۳ مسلم: صحیح، جلد دوم، کتاب النقطہ

۲۴۲۴ بحوالہ ابن حزم: محولہ بالا، ص ۱۵۸

۲۵۲۵ القرآن: ۵۹: ۹

۲۶۲۶ القرآن: ۷۶: ۸-۹

۲۷۲۷ القرآن: ۶۴: ۱۷

۲۸۲۸ امام محمد: الجامع الصغیر، ج ۱، ص ۳۵۴

۲۹۲۹ بحوالہ محمد حفظ الرحمن: اسلام کا اقتصادی نظام، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۹ء، ص ۳۶۹

۳۰۳۰ ابوداؤد: السنن، ج ۲، ص ۲۲

۳۱۳۱ القرآن: ۲: ۲۷۹

۳۲۳۲ ایضاً

۳۳۳۳ القرآن: ۱۰۴: ۲

۳۴۳۴ بحوالہ سید قطب: الصلۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام (اردو ترجمہ)، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۲۲۶

۳۵۳۵ مشکوٰۃ المصابیح: محولہ بالا ایڈیشن، باب الاحکام، حدیث نمبر ۱-۲

۳۶۳۶ ایضاً، حدیث نمبر ۵-۶

۳۷۳۷ القرآن: ۵: ۹۰

۳۸۳۸ بخاری: صحیح، ج ۱، کتاب التقی، ص ۳۲۹

۳۹۳۹ بیہقی: السنن، ج ۶، کتاب الاجارات

۴۰۴۰ ابن ماجہ وطبرانی عن ابن عمر بحوالہ جمع القوائد، میٹھ (ہند)، ۱۳۴۵ھ، جلد اول، ص ۲۵۹

۴۴۱ بخاری: صحیح، جلد اول، کتاب الاجاره، بروایت ابی ہریرة، ص ۳۰۲

۴۴۲ القرآن: ۲۸: ۲۶

۴۴۳ رواہ احمد بخوالہ مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۹۸

۴۴۴ القرآن: ۸۳: ۱-۳

۴۴۵ القرآن: ۱۱: ۸۴

۴۴۶ القرآن: ۱۱: ۸۵

۴۴۷ رواہ الترمذی بخوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب المسلم والربن، الفضل الثانی، حدیث نمبر ۳

۴۴۸ مشکوٰۃ المصابیح، باب المنی عننا من البیوع، فصل اللؤلؤ، آخری حدیث

۴۴۹ بخوالہ رسالہ لواء الاسلام، قاہرہ، جون ۱۹۵۳ء، ص ۱۰۰

۴۵۰ امام مالک: موطا، کتاب الزکاۃ، باب عشور اہل الذمہ، کنزل العمال، ج ۳، روایات نمبر ۲۶۵۸۶۲۶۵۲

۴۵۱ ابن تیمیہ: الحسبہ فی الاسلام، مطبع مؤتبہ قاہرہ، ۱۳۱۸ھ، ص ۲۳

۴۵۲ بخاری: صحیح (اردو) قرآن محل کراچی، جلد سوم، حدیث نمبر ۲۰۲

۴۵۳ ترمذی: جامع (اردو) قرآن محل کراچی، ۱۹۶۷ء، جلد اول، حدیث نمبر ۱۰۹

۴۵۴ ابیناً محمولہ بالا، حدیث نمبر ۱۳۴

۴۵۵ ابن سعید: الطبقات الکبری، بیروت، ۱۹۵۷ء، جلد سوم، ص ۳۱۰، ۳۲۴

۴۵۶ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ بخوالہ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاکل مسئلۃ الخ، فصل دوم، حدیث نمبر ۱۵

۴۵۷ ابویوسف: کتاب الخراج، دار الاصلاح، قاہرہ، ص ۳۱

۴۵۸ القرآن: ۲: ۲۱۹

۴۵۹ بخاری: صحیح، جلد دوم، فضائل عثمان رضی اللہ عنہ

۴۶۰ ابویوسف: کتاب الخراج، مطبعتہ سلفیہ، قاہرہ ۱۳۸۲ھ، ص ۱۲۵-۱۲۶، یوعلید، ۴۳

۴۶۱ ابویوسف، محمولہ بالا ایڈیشن، ص ۱۱۱

۴۶۲ الماوردی: الاحکام السلطانیہ، مطبعتہ الجمهوریۃ التجاریہ، قاہرہ، ص ۱۹۸

۴۶۳ القرآن: ۴: ۱

٥٤٢ رواه ابن كثير في تفسيره، انظر سورة الحجرات

٥٤٥ مشکوة المصابيح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، حديث رقم ٥٢

٥٤٦ القرآن: ٥: ٢

٥٤٧ القرآن: ٨: ٩-٤٠

٥٤٨ الشيباني، محمد بن حسن: شرح كتاب السير الكبير، مطبعة مصر شركة مساهمة مصرية ١٩٥٤،

جلد اول، باب صلة المشرك، ص ٩٤

٥٤٩ ابولوسف: محوله بالايديشن، ص ١٣٥